پندرہ روزہ
الہلال
ٹورانٹو ۔ کینیڈا
قیمت ۵۰ سینٹ
جلد نمبر ۱۵
شمارہ نمبر ۸
بیرونِ وطن پاکستانیوں کا ترجمان ۔ شمالی امریکہ میں اردو کا سب سے پہلا اور کثیر الاشاعت اخبار
۳ ذوالقعدہ ۱۴۰۶ھ
۱۰ جولائی ۱۹۸۶ء

پاکستان کے پُرامن جمہوری پروگرام کا مقصد اقتصادی ضرورت پوری کرنا ہے ۔ جونیجو

ہمیں ایک فرضی خطرہ کے باعث پابندی کا نشانہ بنایا جارہا ہے

ملک میں توانائی کی قلت ہے اس لئے پاکستان ایٹمی ٹیکنالوجی کا حصول چاہتا ہے ۔ کالج کی افتتاحی تقریب سے خطاب



اسلام آباد ۔۔۔ (اے پی پی) وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے کہا ہے کہ پاکستان کا جوہری پروگرام انتہائی پرامن ہے اور اس کا بنیادی مقصد ملک کی اقتصادی و سماجی ترقی کی ضروریات پوری کرنا ہے۔ طبیعات اور عصر حاضر کی ضروریات پر بین الاقوامی نتھیا گلی سمر کالج کا افتتاح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان کی نسبت سے جوہری پھیلاؤ کا ایک فرضی [illegible]

[illegible]

بچوں کے لئے اسپرین کے استعمال پر پابندی

لاوٹن (اے پی) بچوں کے لئے اسپرین کی دوائیں [illegible] ۔ یہ اقدام [illegible] کے خطرے کے پیش نظر کیا گیا ہے [illegible]

[illegible]

افغانستان میں ایک اور حکومت ...

واشنگٹن (ایڈوائرپورٹ) [illegible]

[illegible]

موجودہ اسمبلیوں کے ارکان بحالیٔ جمہوریت میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں ۔ بے نظیر

جونیجو غیر قانونی طور پر وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہیں ۔ جنرل ضیاء کو جمہوریت کا ...

[illegible]

بے نظیر کے خاندانی ارکان شامل ہونے لگے تو وہ پیر سے پہلے نہیں کہیں گی ۔ پیر پگارا

جنرل ضیاء اور ان کے ایرانی مہمان (بے نظیر) دونوں ہی بیک وقت تحریک چلانے کے لئے اسپلیس کرتے ہیں



[illegible]

حکومت امن و امان قائم نہیں کرسکتی تو اسے ٹیکس لینے کا بھی اختیار نہیں ۔ مولانا عباسی

سندھ میں عملاً ڈاکوؤں کی حکومت قائم ہے

شریعت بل کو مشتہر کرکے غیر متنازعہ حقیقت کو متنازعہ بنایا جارہا ہے

اسلام آباد ۔۔۔ جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر مولانا جان محمد عباسی نے کہا کہ امن و امان کا قیام اور [illegible]

[illegible]

گستاخ رسول کو سزائے موت دلانے کیلئے اسمبلی میں تحریک پیش کردی گئی ۔ نثار فاطمہ

اسلام آباد ۔۔۔ قومی اسمبلی کی رکن بیگم نثار فاطمہ [illegible]

[illegible]

لاہور میں نئے انٹرنیشنل ایئرپورٹ کی تعمیر ۱۹۸۷ء میں مکمل ہوجائیگی

نئے ایئرپورٹ کا رابطہ براہ راست شاہراہ قائد اعظم سے ہو جائے گا

[illegible]

اسلام میں مارشل لاء کا تصور نہیں ۔ مولانا نورانی

کراچی ۔۔۔ (اسٹاف رپورٹر) جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے [illegible]

[illegible]

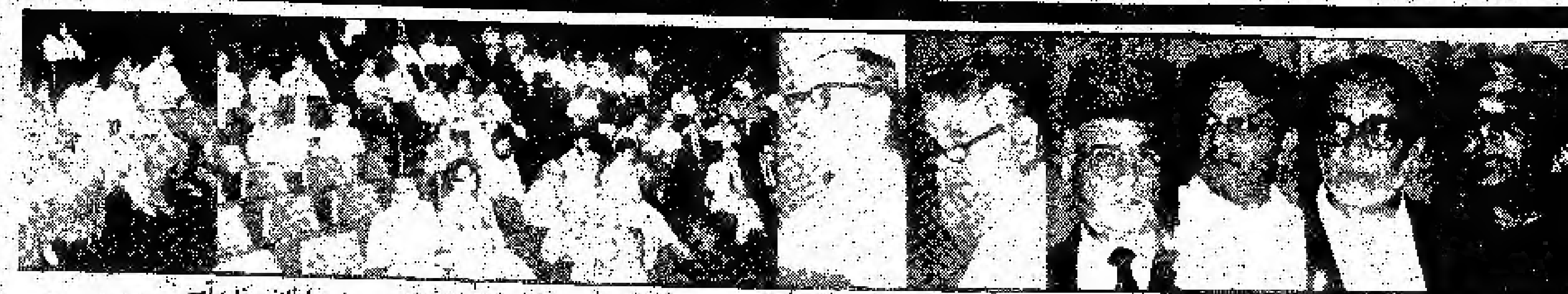
پاک ایران سرحد خاردار تار لگا کر بند کردی جائیگی

کوئٹہ ۔۔۔ (پی پی آئی) [illegible]

[illegible]

ہم خلفائے راشدین کے سنہری دور کی تو باتیں کرتے ہیں لیکن ہم اپنے ملک میں تین ایوان صدر ہیں: نصرت علی شاہ

اسلام آباد (پی پی آئی) مرگ ومعاملے تعلق رکھنے والے رکن قومی اسمبلی سید نصرت علی شاہ نے قومی اسمبلی میں آج چار جنوری اخراجات پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم خلفائے راشدین کے سنہری دور کی باتیں تو کرتے ہیں تاہم عملاً ...



لندن میں جمعہ کو علامہ اقبال میموریل لیکچر ... محمد شریف بقا، ڈاکٹر کلیم صدیقی، عبدالرحمن بزمی ...

"اردو ادب سے لادینیت کے سرطان کو ختم کرنا ہوگا"

علامہ اقبال کو بائیں بازو کا شاعر کہنا قابل مذمت ہے۔ اقبال فاؤنڈیشن کے تحت میموریل لیکچر کی تقاریب

تین سیکنڈ ویئر پر منسوخ کرنے قوانین ترمیم کے ساتھ جاری رہیں گے

مسافر کے ہمراہ لائی جانے والی ڈیوٹی فری شاپس سے خریدی جانے والی اشیاء ڈیوٹی سے مستثنیٰ ہوں گی

متمول گداگر

شدید گرمی میں بجلی کے تعطل پر گلبہار اور ایک کالونی میں مشتعل ہجوم کا پتھراؤ

کسی کو سندھ سے علیحدگی بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی: وزیر اعظم جونیجو

سندھ کے تین اضلاع میں گڑبڑ کے باوجود فوج استعمال نہیں کی گئی دہشت گردی اب کوئی سیاسی جماعت ملوث نہیں ہم افغانستان میں دھماکے کرنے پر یقین نہیں رکھتے: پشاور میں صحافیوں سے بات چیت

بے نظیر کے جلوس پیپلز پارٹی کی مقبولیت کا ثبوت نہیں۔ آصف زرگر

بھارت نے سیاچن گلیشیئر پر قبضہ کرکے نیا ظلم کیا ہے: بے نظیر بھٹو

ملک پر سرکار اقتدار آنے کے بعد راجیو گاندھی سے جس معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی

بے نظیر سے مولانا فضل الرحمن کی ملاقات

تمام مسائل پر اتفاق رائے پایا گیا

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ط

سُن لو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ غم ہوگا (القرآن)

پندرہ روزہ — ٹورانٹو

الہلال

گھمنڈ کا انجام

"اس (فرعون) نے اور اس کے لشکر والوں نے زمین میں بغیر کسی حق کے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور سمجھے کہ انھیں کبھی ہماری طرف پلٹنا نہیں ہے۔ آخر کار ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا۔ اب دیکھ لو کہ ان ظالموں کا کیا انجام ہوا۔"

(القصص : ۳۹-۴۰)

بندوں کا حق

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کبھی روزہ (نفل) رکھو اور کبھی کھاؤ پیو۔ اسی طرح سوؤ بھی اور تہجد کی نماز بھی پڑھو کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے ملاقاتیوں کا تم پر حق ہے۔" اور تم (عبداللہ بن عمرو بن العاص سے خطاب) ہر مہینے میں تین روزے رکھو اتنا کافی ہے۔" (بخاری)



اسوۂ حسنہ

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اصحابِ صفہ کے پاس تشریف لاتے تو آپ اس طرح آہستہ اور احتیاط سے سلام کرتے کہ سونے والے نہ جاگتے اور جاگنے والے سن لیتے۔" (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ "حضرتؐ! اسلام میں کیا چیز (اور کونسا عمل) زیادہ اچھا ہے؟" آپؐ نے فرمایا "یہ کہ تم اللہ کے بندوں کو کھانا کھلاؤ اور یہ کہ جس سے جان پہچان ہو اس کو بھی اور جس سے جان پہچان نہ ہو اس کو بھی سلام کرو۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لوگو! خداوند رحمٰن کی عبادت کرو اور بندگانِ خدا کو کھانا کھلاؤ اور سلام کو خوب پھیلاؤ تم جنت میں پہنچ جاؤ گے سلامتی کے ساتھ۔" (جامع ترمذی)

جفا اور وفا کے معرکے

عباسی حکومت کے بانیوں میں ابو مسلم خراسانی کا نام سب سے آگے آتا ہے۔ اس کا ظلم و ستم اس قدر بڑھ چکا تھا کہ کسی میں اتنی ہمت نہ تھی اسے ٹوکے۔ اپنے عروج و اقتدار کے زعم میں ابو مسلم خراسانی لوگوں کو بے تحاشا تہ تیغ کر رہا تھا۔ اس شک و شبہ میں کہ وہ بنو امیہ کے طرفدار ہیں۔ رعایا سخت جور و ستم کا شکار تھی۔ مگر وہ اپنی فوج کے بل پر کسی کے جان و مال کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

یہ حالات دیکھ کر اس زمانے کے مشہور بزرگ ابراہیم بن میمون اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ آپ ہتھیلی پر سر رکھ کر ابو مسلم خراسانی کے پاس گئے اور بھرے دربار میں کہا:

"ظالم! آخر ظلم کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے دنیا کی دولت اور اقتدار کی خاطر آخرت کا عذاب کیوں مول لے رہا ہے۔ بیچاری رعایا پر ایسی خونریزی؟ ایسی ناانصافی؟ خدا سے ڈر اور ظلم و تشدد سے باز آجا۔"

ابو مسلم خراسانی میں بھلا یہ کہاں تاب تھی کہ بھرے دربار میں ایسے جملے سنے۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ ابراہیم بن میمون کو قید میں ڈال دیا جائے۔ مگر آپ کے قید ہوتے ہی عوام نے سخت احتجاج شروع کر دیا۔ اتنا ہنگامہ ہوا کہ ظالم کو آخر ان کی رہائی کا حکم صادر کرنا پڑا۔

"مگر ابراہیم بن میمون بڑے باہمت مجاہد تھے۔ وہ رہا ہونے کے فوراً بعد پھر ابو مسلم خراسانی کے پاس گئے اور بھرے دربار میں کہا، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ظلم و تشدد سے باز آجا، ورنہ اس کا انجام تیرے حق میں اچھا نہ ہوگا۔"

ابو مسلم اس وقت تو خاموش ہو گیا مگر چند روز کے بعد سازشوں کے ذریعہ انھیں دوبارہ گرفتار کر کے قید خانے میں شہید کرا دیا۔ اس طرح آپ حق و صداقت پر قربان ہو گئے۔ آپ کی شہادت کی خبر جب امام ابو حنیفہؒ نے سنی تو بے حد غمگین ہوئے اور رو کر کہا "افسوس! ایک سچا حق پرست آج دنیا سے اٹھ گیا۔ اللہ دیکھ رہا ہے۔"

ان کی آواز خالی نہ گئی۔ جس طرح ابو مسلم نے مخلوقِ خدا پر مظالم ڈھائے تھے اسی طرح وہ بھی بھیانک طریقے سے قتل ہوا۔ یہ حکومت اور سلطنت چند روزہ چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے۔

استعمار کا ہراول دستہ

مسعود احمد مکرانی

مستشرقیت کیا ہے؟... اسلام کو مسلمانوں کی نظر میں حقیر اور از کار رفتہ ثابت کرنا۔ اور یہ عیسائی پادری تعصب کی بنا پر اسلام، اس کے داعی اور اس کی کتاب پر صدیوں تک الزام طرازی کرتے رہے تھے۔ مگر مسلم آبادی جو مراکش سے ملایشیا تک پھیلی ہوئی تھی ان کو خیالی گالیوں سے قائل نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے لئے عمیق سازش اور گہری حکمتِ عملی کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت نے مستشرقین پیدا کئے۔ مستشرقین مسلمانوں کے دشمن جاں، دشمنِ دین۔ یورپ میں صدیوں سے چرچ اور حکومت دو رقیب رہے تھے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ضد تھے۔ مگر مسلم دنیا میں جب یورپ در آیا تو یہ دونوں کلیسا اور حکومت ایک ہو گئے۔ دوست بن گئے۔ دونوں مسلمانوں کو ذہنی غلام رکھنے کے در پے ہو گئے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ نے یورپ سے سیاح، سفرا، ذہنی مبلغ، ( ) ڈپلومیٹ، نو آبادیاتی افسر اور جاسوسوں کی کھیپ مسلمانوں کے درمیان وارد کی۔ ان عیاروں کی عیاریوں کے جال بچھا دیئے۔ دل میں ان کے اسلام اور مسلمانوں سے بغض تھا مگر دانشوری کا روپ دھار کے یہی ہمارے استاد بن گئے۔ اب ان کی سوچ ان کے تجزیے، ان کے تبصرے، حتیٰ کہ ہماری طرزِ تعلیم، ہماری معاشرت، ہمارے رہن سہن کی تعمیر و تشکیل نتیجتاً ہم نے اپنی زبان چھوڑی، اپنے کمانے کے طور طریقے چھوڑے۔

قرآن اور حدیث کا طرزِ فکر چھوڑا۔ پہلے ہم کتنے ہی گئے گزرے ہونے کے باوجود قرآن اور آنحضرتؐ کے اسوہ کی وساطت سے اس دنیا کی زندگی کو خدائی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اب ہم مستشرقین کے گرویدہ بن کر دنیا اور اس کے معاملات کو محض دنیا داروں کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ حیات بعد الممات جو دراصل ہماری ابدی، لامحدود زندگی ہے ہماری نظروں سے قطعی اوجھل کر دی گئی۔ آج ہم اپنے ذرائعِ معاش، معاشرے میں عورتوں کے مقام، بچوں کی طرزِ تعلیم، تجارت، سیاست، "مقصدِ حیات" کھانا پینا۔ (پہناوے اور شادی بیاہ) طرزِ تکلم (امریکن لہجے میں انگریزی بولنے پر اترانا) تفریح کے ذرائع (ویڈیو، ٹیلیویژن) غرض زندگی کے تمام معاملات میں محض نقال بن چکے ہیں۔

ہم اقرار کریں یا نہ کریں یورپ کے ہاتھوں ذہنی غسل کے نتیجے میں ہم یورپ کی عالم کوش دوبارہ میت کے مجسمہ بن گئے ہیں۔ ایسا مجسمہ جس کا خود کا دل، جسم، دماغ، مجسمہ ساز نے جس سانچے میں ہم کو چاہا ڈھال دیا۔ ہمارا کوئی تشخص نہیں۔ عالمِ اسلام بادام و پستہ کا سوکھی چھلکوں کا سوکھی کھربن چکا ہے۔ اوپر سے جاذبِ نظر اندر سے خالی "بے جان، بے روح"! بنیادی طور سے یہ مہمل اور احمقانہ بات ہے کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت ان کی سرنوشت، ترقی و بہبود کے متعلق ایک مسلمان غیر مسلموں سے لے۔ اور خصوصاً ان غیر مسلموں سے جو استعمار و استبداد کی نحوست کا روپ دھار کے دنیا کے کونے کونے میں انسانیت کو چاروں شانے چت کر کے اس کے سینے پر سوار ہیں۔ جو اخلاق کا بازار گرم کر کے انسان کو غلام بنائے رکھنے کا تین سو سال سے جال بچھائے ہوئے ہے۔ وہ اسلام کے عدل و قسط اور امن و آشتی کا سبق ہم غلاموں کو دے گا؟ یہ تصور ہی بچگانہ ہے۔

مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب یورپ ہمارے ملکوں میں در آیا اور فریب اور عیاریوں سے ہم پر غالب آیا تو ہمارے احمقوں نے اسی رہزن کو اپنا رہبر تسلیم کر لیا۔ اس کو عقلِ کل جان لیا کہ اس کے ہر قول پر آمنّا و صدقنا کہہ کر اپنی سرنوشت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں تھما دی۔

نتیجہ؟ نتیجہ یہ کہ ہمارے تعلیم یافتہ "روشنی" میں سوار ہو گئے۔ نام محمد احمد رہنے دیا مگر قرآن کو آج کے زمانے کے لئے غیر مفید اور یورپ کی یونیورسٹیوں کے پروفیسروں کی کتابوں کو اپنے مسائل کا حل ماننے لگے۔ ماننے لگے اور عالمِ اسلام پر یہ "حل" ٹھونسنے لگے۔ یہ "تعلیم یافتہ" حضرات چلے تھے "برطانوی جمہوریت" اپنانے اور انجام کار "فوجی آمریت" کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ آسٹریلیا اور مراکش سے انڈونیشیا تک انگلیوں پر گنتے چلیں۔... غیر مسلم ممالک میں بھی یہی تماشہ ہوا۔ مستشرقین کی دانشوری کو وحی کا درجہ دیے اور "قرآن" چھوڑ، حقیقت میں نشاۃِ ثانیہ کا دوسرا نام ہے۔ اس کی جگہ یورپ کے تجرباتی فلسفوں کو سر ماتھے کا انجام ہے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد!

انقلاب — علامہ اقبال

پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب
جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب

سوچا تھا کہیں دور چلے جائیں گے مگر
دیکھا تو ہر مقام تری رہگذر میں ہے

فوٹی

"تختِ سلیمان" سے بہرام طارق کی ایک نثری نظم

چھکلی سے ڈرنے والی عورتیں
قبرستان کی راستوں میں سفر کرنے
سے گھبرانے والے مرد
زلزلے کے ہلکے جھٹکے پر کانپنے والے جوان
شہد پر گرتی ایک مکھی کو اڑا دینے والے
صدیوں سے چلنے والے جبر سے
جینے کے عادی ہو جاتے ہیں
ان کے بغیر زندگی گزارنا
انکی رفاقت میں جینے سے مشکل ہے

آپ کے خطوط

امریکی ریاست مشی گن کے ایک قصباتی شہر سے پاکستانی بہن لکھتی ہیں :

"آپ کے اداریئے کا موضوع پاکستانی کمیونٹی کے جن مسائل کا ذکر ہے وہ صرف ٹورانٹو یا شمالی امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں بسنے والے پاکستانی تارکینِ وطن کو ہی درپیش نہیں ہیں بلکہ یہاں کے چھوٹے علاقوں میں رہنے والے پاکستانی بھی اسی قسم کے مسائل کا شکار ہیں۔ چھوٹے شہروں میں جہاں پاکستانیوں کی تعداد برائے نام ہے وہاں تنہائی کی بنا پر یہ مسائل اور بھی سنگین ہو جاتے ہیں۔"

چھوٹے شہروں میں رہنے والوں کے مسائل کی چند مثالیں اس خط میں یوں درج ہیں :

"ہمارے قریبی شہر میں کل چھ پاکستانی خاندان آباد ہیں۔ جن حضرات کی بیویاں امریکن ہیں جو بچوں سمیت خود بھی تقریباً امریکی ہو چکے ہیں۔ دو خاندان پختہ عمر کے بھائیوں کے ہیں۔ دونوں کی اچھی خاصی آمدنی ہے۔ ایک بھائی نمازی ہے اور رشتہ داروں میں چندہ دیتا ہے۔ چند ماہ پہلے ان کا آپس میں جھگڑا ہوا تو اس نے غصے اور نشے کے نشے میں گھر کا سارا سامان ... تلوار ہاتھ میں لے کر ... غیر قانونی طور پر جو کچھ بھی ہاتھ آیا توڑ ڈالا۔ اگلے دن جب ہوش ٹھکانے آئے تو میاں بیوی نے مل کر ایک پلان بنا دیا اور پولیس کو بلا کر کہہ دیا کہ گذشتہ رات جب وہ کسی کے گھر گئے ہوئے تھے تو ان کے گھر چوری ہو گئی اور چند چیزیں بھی چور لے جا سکا وہ اس نے توڑ پھوڑ کر رکھ دیں۔ پولیس نے ان کے بیان پر یقین کر لیا اور اس طرح انشورنس کمپنی سے نہ صرف ان کے ٹوٹے ہوئے سامان کی جگہ نئی چیزیں مل گئیں بلکہ انھیں خاصی رقم بھی مل گئی جبکہ چوری ہونے کا انھوں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔"

"اگر پولیس کو ان کی چالاکی کا پتہ چل جائے تو ہمارے چھوٹے شہر کے پاکستانی بدنام ہو جائیں گے۔ کیا اسلام اور پاکستان کی بدنامی نہ ہوگی؟"

"جن خاتون نے جھوٹ بولنے میں اپنے خاوند کا ساتھ دیا ہے وہ اب ہر وقت خوف زدہ رہتی ہیں کہ اگر بھید کھل گیا تو وہ بھی پکڑی جائیں گی۔ اس خوف کی بنا پر اب وہ نفسیاتی مریض بن چکی ہیں۔"

"دوسرا بھائی بہت کڑا ہے۔ محنتی ہے۔ بظاہر کوئی خرابی نہیں مگر بیوی کی زد و کوب کا عادی ہے۔ ان کے پانچ بچوں میں سے دو نوجوان (ٹین ایجر) ہیں جن کی طرح طرح کی ضروریات ہوتی ہیں۔ مگر خرچ کے لئے وہ بیوی کو کچھ نہیں دیتا۔ احتجاج کرنے پر جوان بچوں کے سامنے اس کی پٹائی ہوتی ہے۔ وہ غریب انگریزی زبان سے بھی نابلد ہے چنانچہ کسی سوشل ویلفیئر ایجنسی سے رابطہ بھی نہیں قائم کر سکتی۔ پچھلے سال وہ ایک دکان سے سامان چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی تو کورٹ نے اسے دو سال کے پروبیشن (PROBATION) پر ڈال دیا ہے۔"

خط کے آخر میں بہن کا تجزیہ ہے کہ "مانا کہ اس نئے معاشرے میں ہمارے مردوں کو اپنے رنگ، مذہب اور تہذیب کی بنا پر زیادہ سخت حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ مگر چڑچڑے پن اور مار پیٹ سے حالات تو نہیں بدلتے۔ البتہ بدقسمت لوگ اپنے گھر کے ماحول کو بھی بدتر کر لیتے ہیں۔"

محمد تقی انصاری صاحب (فورٹ ایری) اپنا رد عمل ہمارے کالم "دعوتِ فکر" کے بارے میں رقم طراز ہیں :

"آپ کا کالم حقیقت پر مبنی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہماری کمیونٹی میں خاندانی مسائل کیوں دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں؟ لڑائی جھگڑوں اور طلاق کی وارداتیں کیوں، بچوں میں بے راہ روی کیوں بڑھتی جا رہی ہے؟"

"وجہ واضح ہے۔ قرآن اور سنتِ رسولؐ سے ناواقفیت اور دوری، نہ مذہب کو سمجھنے کی کوشش اور نہ اس پر چلنے کی خواہش۔ جبکہ ٹی وی ساری زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ہر گھر میں ٹی وی دیکھنا روزمرہ کا معمول ہے۔ نہایت ہی ذوق و شوق سے پروگرام دیکھے جاتے ہیں اور ان پر تبصرے ہوتے ہیں۔ ان پروگراموں میں ہر چند منٹ کے بعد شراب کے اشتہار، نیم عریاں عورتیں اور آپس کے ناجائز تعلقات دکھائے جاتے ہیں۔ والدین ٹی وی پر بے حیائی کی حرکات دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ مگر جب ان کی اولاد خود وہی حرکات کرتی ہے اور ڈسپلن یا ڈیٹ پر جانے کے لئے ضد ہوتی ہے تو وہ غصے میں بھڑک اٹھتے ہیں۔ یہ بات تو بالکل ایسی ہی ہے جیسے خود گناہ کی تعلیم دی جائے اور پھر گناہ پر سزا بھی دی جائے۔"

یہ دو خطوط ہمارے معاشرتی مسائل کے عکاس ہیں۔ ہمیں اپنے قارئین کے کچھ اور بھی خطوط ملے ہیں جن میں اسی طرح کے واقعات کا تذکرہ ہے۔ ہم ان قارئین کے مشکور ہیں جو اپنے خطوں یا ٹیلیفون کے ذریعے ہم سے رابطہ رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ اندازہ رکھنا مشکل نہیں رہا کہ جن مادی آسائشوں کے حصول کے لیے ہم نے نقل مکانی کی تھی وہ ایک فریب تھا۔ مسائل کا دلدل یہاں کہیں زیادہ گہرا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جن لوگوں کے درمیان ہم رہتے ہیں انھیں ہم اپنے ایمان و اخلاق اور تہذیبی اقدار کا گرویدہ بنا لیتے اور انھیں اپنے دائرۂ اثر میں یوں لیتے جیسے ہم سے پہلے ہجرت کرنے والے مسلمانوں نے کیا تھا۔ مگر ہم اپنی چال بھول کر انہی لوگوں کے نقشِ قدم پر چل پڑے ہیں۔ اور یہاں کے مادہ پرست معاشرتی رنگ کو قبول کرنے کے عوض اپنا اسلامی اور مشرقی تشخص، زبان، تہذیب اور اخلاق سبھی کچھ کھوتے جا رہے ہیں۔ انجام ظاہر ہے کہ مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور ان میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے!

طاہرہ ادریسی

خواتین کا صفحہ

تازہ بہ تازہ

کیا آپ بوریت محسوس کرتی ہیں؟

"میں تو گھر میں پڑے پڑے بور ہوتی رہتی ہوں۔ یہ دفتر چلے جاتے ہیں اور بچے اسکول۔ پھر نہ کوئی مصروفیت اور نہ کوئی کام۔ دن کاٹنا پہاڑ ہوجاتا ہے۔ تم ہی چلی آیا کرو، باتوں میں کچھ وقت کٹ جایا کرے گا۔"

زہرہ کے منہ سے یہ سب سن کر کچھ عجیب سا لگا۔ میں تو ہمیشہ اللہ میاں سے دعا کرتی ہوں کہ کاش ۲۴ گھنٹے کی بجائے دن ۴۸ گھنٹے کا ہوجائے۔ اتنا کام ہوتا ہے کہ ایک دن میں ذرا سی فرصت نصیب نہیں ہوتی۔ پھر بوریت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟

بور ہونے کا مطلب ہے خالی وقت ہونے کا احساس یا کچھ نہ کرنے کی عادت۔ اپنی اس کمزوری کو بوریت کا نام دے دیا جاتا ہے۔ جب ہم بالکل خالی الذہن ہوتے ہیں تب بھی شعوری یا لاشعوری طور پر کچھ نہ کچھ سوچتے رہتے ہیں، اور خالی وقت میں سوچنے کی یہ عادت ہمارے اندر عجیب سی سستی اور کاہلی پیدا کردیتی ہے۔ عجیب سے خیالات کا ہجوم پیدا ہوجاتا ہے۔

اس بوریت کی عادت سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اپنے خالی وقت کو کسی نہ کسی دلچسپ کام میں لگادیں۔ اس سے ہمیں دوہرا فائدہ ہوگا۔ بوریت بھی نہیں ہوگی اور کوئی نہ کوئی کام کرنے سے فائدہ بھی ہوگا۔

آج کی زندگی بہت مصروف ہے۔ بھاگ دوڑ کا زمانہ ہے۔ آج ہر شخص وقت کی کمی کا رونا روتا نظر آتا ہے اور اس زمانہ میں کسی کا یہ کہنا کہ میں تو پڑے پڑے بور ہوتی ہوں، عجیب سا لگتا ہے۔

گھر میں عورتوں کو سینکڑوں کام ہوتے ہیں، جو رات تک بھی ادھورے رہ جاتے ہیں۔ آج کے دور میں عورت خود ہی کھانا بنانے، کپڑے دھونے، بچوں کو پڑھانے اور شوہر کی دیکھ بھال جیسی ذمہ داریاں سرانجام دیتی ہے۔

اگر اتنی مصروفیت کے بعد بھی کوئی عورت بور ہونے کی شکایت کرے تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ کام کی یکسانیت سے بور ہورہی ہے۔ گھر کے اندر وہی روزمرہ کے کام، بندھی ٹکی زندگی ۔۔۔۔ تفریح کی کمی ۔۔۔۔ زندگی کے رنگوں کو چرا لیتی ہے، کولہو کے بیل کی طرح اگر زندگی ایک ہی محور پہ گھومتی رہے تو بوریت کا احساس قدرتی امر ہے، انسانی نفسیات میں تبدیلی کا ایک خاص مقام ہے اور تبدیلیوں کے بغیر زندگی پھیکی اور بے رنگ ہوجاتی ہے۔

ہر ایک کو کوئی شوق ہوتا ہے، کوئی مشغلہ ہوتا ہے، آپ کو بھی کوئی نہ کوئی شوق ہوگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ شادی کے بعد گھریلو ذمہ داریوں میں گھر کر آپ نے اس شوق کو بالائے طاق رکھ دیا ہو۔ بوریت سے دور رہنے کے لیے اپنی مصروفیت میں سے فرصت کے کچھ لمحات اپنے شوق کی نذر کیجیے اور اپنے اس شوق کو دوبارہ جگائیے۔

سلائی، کڑھائی ۔۔۔ گھر میں سجانے کی چھوٹی چھوٹی سی چیزیں بنانا ۔۔۔۔ اس سے آپ کے گھر کی خوبصورتی بڑھے گی ۔۔۔ مالی بچت بھی ہوگی اور ۔۔۔ شوق کی تکمیل بھی!



فرصت میں اپنی سہیلیوں کو خطوط لکھیے

کبھی کبھی رسائل میں پڑھ کر اپنی پسند کے نئے کھانے تیار کیجیے اور شوہر سے داد وصول کیجیے۔ آپ کو پڑھنے کا شوق تھا اور شادی کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اب آپ اپنے فرصت کے لمحات میں اپنی پڑھائی پوری کرسکتی ہیں ۔۔۔ اس کے علاوہ اگر آپ کے سسرال والے اور شوہر پسند کریں تو آپ کوئی مناسب ملازمت بھی کرسکتی ہیں۔

دوسروں سے ملیے ۔۔۔ اپنے یہاں مدعو کیجیے، کبھی کبھی چھٹی کے دن، بچوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے پروگرام بنائیے۔

کبھی کبھی ۔۔۔ گھر اور کمرے کی سجاوٹ بھی تبدیل کرتی رہیے۔ ذرا سی محنت، سوجھ بوجھ اور توجہ سے آپ گھر اور کمروں کی سجاوٹ کو نیا حسن دے سکتی ہیں۔ اور یہ سب کرنے کے بعد جب آپ یہ سب اپنی نظروں سے دیکھیں گی تو خود ہی آپ کو اپنے اوپر فخر محسوس ہوگا اور ایک عجیب سی طمانیت کا احساس ہوگا۔ فرصت کے لمحات میں اپنے اوپر بھی توجہ دیجیے۔ اپنے بناؤ سنگھار، دلکشی اور خوبصورتی پر توجہ دیجیے۔

کیا آپ محسوس کرتی ہیں کہ شادی کے ابتدائی دنوں کا وہ رومان پرور رویہ اب آپ کے اور آپ کے شوہر کے درمیان نہ ہونے سے زندگی پھیکی اور بے مزہ سی ہونے لگی ہے۔ آپ کی شادی کو کتنے ہی برس ہوگئے ہوں لیکن کبھی کبھی شوہر کے ساتھ وہی ابتدائی دنوں جیسا رومانی برتاؤ آپ کی زندگی میں نئے رنگ بھرسکتا ہے۔ اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھ کر کبھی یہ محسوس نہ کیجیے کہ فلاں چیز آپ کے پاس نہیں ہے یا ۔۔۔ آپ کی زندگی فلاں نعمت سے محروم ہے ۔۔۔ یہ احساس بھی زندگی کو بے مزہ اور بوریت آمیز بنا دیتا ہے ۔۔۔ اپنے سے کمتر لوگوں پر نظر ڈالیے۔ آپ دیکھیں گی کہ خدا نے آپ کو ہزاروں سے اچھا رکھا ہے۔

اس طرح آپ ذہنی سکون بھی محسوس کریں گی اور زندگی بور محسوس نہیں ہوگی۔

اپنے اندر خود اعتمادی، خوش مزاجی اور جینے کی بھرپور امنگ پیدا کریں، پھر آپ محسوس کریں گی کہ زندگی کتنی حسین، متنوع اور بھرپور اور دلکش ہے ۔۔۔ بوریت اور یکسانیت آپ سے کوسوں دور بھاگے گی ۔۔۔! (شہناز)

گھر

میں اگر دشت سے گذرا تو دلوں سے گذرا
گھر جو بے در نظر آیا وہی گھر اپنا تھا

احمد ندیم قاسمی

ڈیرہ ہے دنیا بھر کے آسیبوں کا
میں بیجا سمجھا تھا کہ گھر میرا ہے

مظفر حنفی



منٹو کی کتاب

زکریا یونیورسٹی ملتان کے ڈاکٹر اسد اریب صوفی اور ڈاکٹر انوار احمد نے سعادت حسن منٹو پر ایک خوبصورت اور جامع کتاب مرتب کی ہے، اس کا عنوان "منٹو کی بیس کہانیاں" رکھا گیا ہے، اس میں منٹو کے شہرۂ آفاق افسانے شامل کیے گئے ہیں۔ انوار احمد نے منٹو کا سوانحی خاکہ مرتب کیا ہے۔ منٹو کے فن پر تجزیاتی مضامین بھی کتاب میں شامل کیے گئے ہیں، جن سے منٹو کے فن پر روشنی پڑتی ہے۔

روشن ہے رخشِ عمر

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے اپنی خود نوشت سوانح حیات "رو میں ہے رخشِ عمر" کے عنوان سے شائع کی ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کے عہد کا چشم دید بیانیہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ "اس کتاب میں آپ بیتی ہے، لیکن مبالغہ نہیں۔" اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب کے چار سفرنامے بھی شامل ہیں، جن کا "انداز" آپ بیتی جیسا ہے۔ موصوف کی بعض تحریریں گستاخیاں بھی بڑی دلچسپ اور حیرت انگیز ہیں۔

آپ کے مسائل

موت کے خوف نے مریضہ بنا دیا ہے

باجی! مجھے آپ کا یہ کالم بہت پسند ہے۔ اس سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں۔ مجھے سب سے بڑا مسئلہ خوف کا ہے۔ ہر چیز سے خوف آتا ہے۔ کبھی یہ خوف ذرا کم ہوتا ہے کبھی زیادہ۔ سب سے زیادہ موت کا خوف ہوتا ہے اور موت کا خوف یہ ہے کہ جب مرجاؤں گی تو قبر میں اکیلی ہوں گی۔ یعنی تنہائی کا خوف بھی ہے۔ ایک منٹ تنہا نہیں رہ سکتی اور تنہائی میرے لیے ایک مشکل امر ہے۔ باقاعدہ نہیں جا سکتی کہ میں نے اگر اندر سے دروازہ بند کیا اور مجھ کو کچھ ہوگیا تو کیا ہوگا۔ بتائیے باجی میں کیا کروں۔

تحسینہ ۔ لیک شور

ج ۔ یہ سارے خوف دراصل شدید نفسیاتی دباؤ اور کسی لاشعوری گرہ کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔ بچپن میں بعض بچوں کو ڈرایا جاتا ہے۔ اس وقت تو وہ ڈر یا خوف غائب ہوجاتا ہے۔ بعد میں بہت بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح کسی قسم کا واقعہ پڑھنے سننے میں کبھی کبھی ایسا واقعہ ذہن سے چپک جاتا ہے اور برابر انسان خوفزدہ رہتا ہے۔ اس کا بنیادی محرک موت ہے اور موت سے زیادہ تنہائی ہے۔ دراصل یہاں خوف میں دو پہلو ہیں، خوف اور موت کا خوف پوشیدہ ہے۔ اور موت کے خوف کا سبب تنہائی ہے اور پھر قبر میں اکیلے اور تنہا ہوں گے۔ ہمارے یہاں ایک خیال ہے جو موت سے ڈر بھی پیدا کردیتے ہیں۔ انھوں نے گناہ اور غلطی کی سزا ہی اور ان کا خوف اتنی سختی اور خوفناکی سے مسئلہ کیا ہے کہ لوگ اور خصوصاً بچے ڈر گئے ہیں۔ خدا کا تصور صرف جابر اور سخت سزا دینے والے مالک کا ہے، جبکہ یہ بات غلط ہے۔ مذہب ایک زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ جو مالک کے بتائے ہوئے اور طریقے کے مطابق گزاری جائے۔ اگر کہیں غلطی یا گناہ ہو تو فوراً اس سے توبہ کرلیا جائے۔ وہ رب العزت بڑا غفور ہے اور رحمان و رحیم ہے۔ توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے۔ جب انسان کو اپنے خدا کے رحمان و رحیم ہونے کا یقین ہوتا ہے تو وہ اس خوف میں جیسے آپ مبتلا ہیں کبھی مبتلا نہیں ہوتا۔ آپ کسی اچھے ماہر نفسیات کو دکھائیے وہ آپ کی تھراپی کرکے اصل گرہ تلاش کرسکے گا۔

میں چالیس سال کی ہوں جبکہ میرے شوہر مجھ سے دس سال بڑے ہیں۔ ہمارے دو بچے ہیں۔ بیٹا تیرہ سال اور بیٹی دس سال کی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی ہر وقت جھگڑتے ہیں۔ میں بھی جذباتی ہوں، وہ بھی چیختے ہیں۔ اس کے بعد جب معاملہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو بہت شرمندہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اب بچے بڑے ہورہے ہیں۔ ہماری لڑائی جھگڑے سے ان پر بڑا اثر پڑے گا۔ ہم جب ایسی باتیں کررہے ہوتے ہیں تو دوسرا دیکھے تو ہمیں بہت سمجھدار اور ذمہ دار قسم کے لوگ سمجھے۔ مگر پھر کوئی بات ہوئی اور معاملہ گڑبڑ ہوگیا۔ مجھے احساس ہے کہ میں ہی زیادہ جذباتی ہوں اور میں ہی زیادہ افسوس کرتی ہوں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

ش۔ ج

سالہا میں یہ اقرار کرتی ہیں کہ سب سے زیادہ شور بھی آپ ہی مچاتی ہیں۔ ویسے ایک بات ہے۔ کچھ لوگوں کو اپنی آواز سننے کا بہت شوق ہوتا ہے ان کا خیال ہے کہ جس شخص کا حلق جتنا پھٹا ہوا ہوگا اسی قدر بڑا مانا جاتا ہے۔

حالانکہ آپ کی سوچ کافی اچھی ہے۔ یہ سوچنا کہ آپ ہمارے بچے جوان ہورہے ہیں۔ اب ہمیں بھی اتنا بڑا بننا چاہیے۔ کہ بچوں کے ساتھ ماں باپ کی تربیت نہ آئے۔ یقیناً آپ دونوں غیر سنجیدہ معاملات پر جھگڑتے ہیں۔ ورنہ ذرا سی سمجھ ہونے کے بعد آپ تاسف کی لپیٹ میں نہ آجایا کریں۔

اب اگر سوچ ہی لیا ہے اور آپ کو احساس ہوگیا ہے کہ آپ کی موجودہ روش پسندیدہ نہیں اور نہ ہی اس کے دور رس نتائج اچھے ہیں۔ تو پھر اس بارے میں کوئی عملی اقدام بھی کوئی عملی قدم بھی ہو جائے۔ مثلاً آپ کو اپنے میاں کی کوئی بات بری لگے یا ان سے اختلاف ہوا تو بجائے اس کے کہ آپ چلائیں، غصے میں ان کی ہاں میں ہاں ملا دیں۔ گویا غصہ بھی نکل گیا اور برتن بھی نہ ٹوٹے۔ یہ نسخہ ضرور آزما کر دیکھیں۔ باقی لعد میں۔

اس کے بعد ملی کر ہی اسے فرش وغیرہ کیا۔

کچھ عرصہ تو ٹھیک ٹھاک گزرا مگر پھر وہ بار بار بات پر جھگڑنے لگا۔ اس کے علاوہ مجھے ان کی چند عادتیں بھی پسند نہ تھیں۔ رفتہ رفتہ ہم ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے۔ بلکہ کھانا پینا بھی الگ ہوگیا۔ اب یہ عالم ہے کہ ہم ایک دوسرے سے بات تک نہیں کرتے۔ وہ گھر میں آتے تو یا میں اپنے بیڈروم میں چلا جاتا ہوں اور یا باہر نکل جاتا ہوں۔ یہ صورت حال کافی تکلیف دہ ہے۔ ایک بار میں نے ذکر کیا تھا کہ یا تو وہ میرا حصہ بھی خریدلے اور یا میں ان کا حصہ خریدلیتا ہوں مگر وہ اس پر خاموش ہوگیا۔ کیونکہ اس کے مالی حالات آج کل زیادہ اچھے نہیں۔

م۔ ش

ارے میاں یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ رسا کچا معاملوں میں خونی رشتے بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ شخص تو آپ کا صرف عزیز تھا۔ آپ کا سگا بھائی بھی ہوتا تو یہ طرزِ زندگی زیادہ دن تک نہ چل پاتا۔

شروع شروع میں اس نے آپ کو تحفظ دیا۔ آپ اس جگہ پر اجنبی تھے۔ اس کے التفات کو آپ نسبت کچھ بیٹھے۔ مگر اس کی بھی مجبوری ہوگی۔

خیر آپ کو اس بارے میں حتمی قدم اٹھانا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ وہ چونکہ برابر کا حصے دار ہے۔ اس لیے یہ فیصلہ اس کی رضامندی پر ہی ہوسکتا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ دونوں یہ مکان فروخت کردیں۔ اگر وہ اس پر راضی نہیں ہوتا تو آپ عدالت سے نوٹس دلوا دیں۔ پھر تو وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوگا۔ مکان فروخت ہونے کے بعد آپ دونوں اپنی الگ الگ رہائشیں اپنی الگ الگ دنیا بسا سکتے ہیں۔

دوستی نہیں بلکہ احسان مندی

دس سال پہلے جب میں یہاں آیا تو میرے ایک چچا زاد بھائی نے میری بہت مدد کی۔ وہ ان دنوں کرائے کے ایک اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔ میں بھی ان کے ساتھ رہنے لگا۔ جب میں کام وغیرہ کرنے لگا تو ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ ہم مل کر ایک مکان لے لیتے ہیں تو چنانچہ ہم نے پیسے جمع کرکے رقم ڈالی اور مکان خرید لیا۔

جھگڑا نہیں چھٹتا

ہماری شادی کو پندرہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے

ادب و ثقافت

اُن کی کتابیں عید کارڈوں کی طرح تقسیم ہوتی ہیں

جناب صادق الخیری سدا بہار ادیب ہیں۔ ۵۰ برسوں سے وہ ادبی دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ ان کے پڑھنے والے پڑھتے پڑھتے بوڑھے ہو گئے، مگر چشم بددور، وہ جوانوں کی سی مستعدی سے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ وہ خوش قسمت ہیں کہ کسی ناشر کے محتاج نہیں، خود ہی لکھتے ہیں اور خود ہی چھاپتے ہیں۔ اس لیے ان کی کتابیں باطنی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن بھی رکھتی ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے تہوار نہیں تو ہر سال ضرور وہ ایک کتاب چھاپ دیتے ہیں۔ یہ کتابیں عید کارڈوں کی طرح تقسیم ہو کر اہل نظر کو مسرت عطا کرتی ہیں۔

صادق الخیری علامہ راشد الخیری کے صاحبزادے ہیں۔ شیسے باپ کے چھوٹے بیٹے۔ یعنی مولانا رازق الخیری بڑے تھے اور وہ چھوٹے ہیں۔ اسی وجہ سے معیاری ادب کا سالہا سال تک ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ وہ دائیں ہاتھ سے اتنا لکھتے تو خدا جانے کیا قیامت ڈھاتے۔ میر امن کی طرح صادق الخیری کو بھی دلی کا روڑا کہا جاسکتا ہے۔ لیکن وہ آج کل جناب صہبا لکھنوی کے راستے کا روڑا بننے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ روزنامہ جسارت، کراچی کی ایک حالیہ اشاعت میں صہبا لکھنوی کے نام ان کا ایک خط شائع ہوا ہے۔ خط کیا ہے، اچھی خاصی فرد جرم ہے۔

جناب صادق الخیری نے اپنے مذکورہ مکتوب بنام صہبا لکھنوی میں لکھا ہے کہ صہبا صاحب کو "افکار" کے مستقبل کے بارے میں ابھی سے سوچنا چاہیے کیونکہ جس طرح ساقی بھاوں اور نیرنگ خیال اور زمانہ اپنے مدیروں کے بعد جاری نہ رہ سکے اسی طرح صہبا صاحب کے بعد "افکار" بھی باقی نہیں رہے گا۔ خیری صاحب کی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ دنیا میں جو شخص بھی آیا ہے، اسے ایک نہ ایک دن رخصت ہونا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی اچھا کام کرتا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ یہ کام اس کے بعد بھی جاری رہے تو اس کے لیے کوشش کرنے میں کیا برائی ہے۔ صہبا صاحب سے یہ کہنا کہ وہ "افکار" کے مستقبل کے بارے میں نہ سوچیں، ایسا ہی ہے جیسے کسی سے کہا جائے کہ وہ اپنی اولاد کے مستقبل سے بے نیاز ہو جائے۔

صادق الخیری نے صہبا صاحب کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اپنے رسالے کے حال کو بہتر بنائیے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو اعتراضات کیے ہیں، وہ کچھ اس قسم کے ہیں: "مجھے شکوہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو زیادہ تر اشتہارات کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ اصل وہ محنت وہ فکر، وہ تلاش مسلسل اور وہ وقت جو "افکار" کو اعلیٰ پائے کا جریدہ بنانے میں صرف ہونا چاہیے، آپ نہیں کرتے۔ سہل انگاری کی انتہا یہ ہے کہ آپ اداریہ بھی خود نہیں لکھتے۔ یہ بھلا مدیر کیا ہوتا ہے...... تبصرے کے باب کا حال یہ ہے کہ آپ خود کتابوں، رسالوں پر اپنے تاثرات نہیں لکھتے۔ دوسروں سے لکھواتے ہیں...... آپ اپنے پچھلے بارہ شمارے لے بیٹھے اور بتائیے کہ آپ نے ایک سال میں خود کتنی کتابیں پڑھیں اور کتنی پر اظہار خیال کیا۔ چند غزلوں، چند مضامین اور چند نظموں وغیرہ کی ترتیب تو کاتب بھی کر لیتا ہے...... بے شک آپ اشتہارات کے حصول اور انتظامی معاملات کو وقت دیجیے مگر اولین فرض رسالے کی ادارت ہے، اس کی طرف سے غفلت یا کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔"

حیرت ہے کہ خیری صاحب کو یہ شکایت ہے کہ مدیر "افکار" اشتہارات کے حصول پر اتنی توجہ کیوں دیتے ہیں۔ حالانکہ خود خیری صاحب ایک اشتہاری ادارے سے منسلک رہ چکے ہیں، اور ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اشتہار بازی ہی میں گزرا ہے۔ ہم نے اس سلسلے میں جناب صہبا سے وضاحت چاہی تو انہوں نے فرمایا "بھائی میاں! میں تو اپنے رسالے میں اشتہار چھاپنے کا گناہ کرتا ہوں۔ صادق الخیری تو اپنی تصانیف میں تجارتی اداروں کے اشتہارات شائع کرتے رہے ہیں۔ دراصل ہم دونوں کی توجہ تو اشتہارات کے حصول پر ہے، ورنہ میرے رسالے کی طرح ان کی کتابوں کا معیار بھی بہتر ہو سکتا تھا۔"

صہبا صاحب نے مزید بتایا "صادق الخیری نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں اپنے رسالے پر محنت نہیں کرتا۔ جتنی محنت میں کرتا ہوں، اتنی تو آج کل کے مستقلین اپنی

تمام نہاد طبع زاد تصانیف پر بھی نہیں کرتے۔ میری محنت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ صادق الخیری کا خط آج سے ڈیڑھ سال پہلے مجھے ملا تھا۔ میں نے اس کا ایک ایک لفظ پڑھا تھا، اور ناقابل اشاعت قرار دے کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا تھا۔ حیرت ہے کہ صادق الخیری ردی کی ٹوکری سے چیزیں نکال کر اپنے نام سے چھپوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔"

جناب خیری کو اس پر اصرار ہے کہ صہبا صاحب اپنے رسالے کا اداریہ خود لکھیں۔ کل وہ یہ فرمائش کریں گے کہ صہبا صاحب اپنے رسالے کی کتابت بھی خود کریں۔ پرسوں ان کا اصرار ہوگا کہ رسالے کی جلد سازی بھی صہبا صاحب کو خود کرنی چاہیے۔ ہمارے خیال میں اداریہ نویسی، کتابت اور جلد سازی وغیرہ کا رسالے کی ادارت سے کوئی تعلق نہیں۔ ایڈیٹر تو پوسٹ مین ہوتا ہے جو مصنفین کی نگارشات قارئین تک پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ کام جناب صہبا نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں بلکہ اس بنا پر تو وہ اس کے مستحق ہیں کہ انہیں کراچی کا پوسٹ ماسٹر جنرل بنا دیا جائے۔ تب صادق الخیری صاحب کو یہ شکایت ہوگی کہ ان کی ڈاک گم ہو جاتی ہے یا ان تک وقت پر نہیں پہنچتی۔ شکایتوں کا کیا ہے، ان کا سلسلہ تو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

خیری صاحب کو یہ شکایت بھی ہے کہ صہبا صاحب اپنے رسالے میں کتابوں پر تبصرے خود نہیں کرتے۔ ایک ایسے دور میں جب مصنفین اپنی کتابوں کے ساتھ خود ہی تبصرہ لکھ کر ایڈیٹر کو پیش کر دیتے ہیں تو پھر ایڈیٹر کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اپنا وقت ضائع کرے۔ بہرحال اگر خیری صاحب کی شکایت کا ازالہ کر دیا گیا تو پھر کوئی شخص یہ شکایت بھی کر سکتا ہے کہ صہبا صاحب تبصروں کی طرح اپنی غزلیں بھی خود کیوں نہیں لکھتے۔ یہ شکایت بھی نامناسب ہوگی کیونکہ صہبا صاحب اپنی غزلیں خود ہی لکھتے ہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کی ہر غزل کے مقطع میں ان کا تخلص ہوتا ہے۔ اور دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جناب صادق الخیری نے اپنے مذکورہ مکتوب میں جناب صہبا کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ "آپ خوش فکر شاعر ہیں" ہم اس رائے کی تردید نہیں کریں گے کیونکہ اس طرح خیری صاحب کی سخن فہمی خطرے میں پڑ جائے گی بالکل اسی طرح جس طرح صہبا صاحب کی سخن گوئی کی وجہ سے خود شاعری گوناگوں خطرات کا شکار ہے۔

خیری صاحب نے صہبا صاحب سے یہ بھی پوچھا ہے کہ آپ نے پچھلے ایک سال میں کتنی کتابیں پڑھیں۔ ہماری ناقص رائے میں یہ سوال خیری صاحب کو خود سے پوچھنا چاہیے۔ یہ ایک ذاتی معاملہ ہے۔ ہمارے خیال میں اس قسم کے ذاتی اور رازدارانہ معاملات میں کسی دوسرے کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ ویسے ہمیں ذاتی طور پر معلوم ہے کہ صہبا صاحب خاصے تیز رفتار قاری ہیں۔ لیکن ان کے پڑھنے کی وہ رفتار نہیں جو صادق الخیری کے لکھنے کی ہے۔ جتنی دیر میں صہبا صاحب ایک کتاب پڑھتے ہیں، اتنی دیر میں خیری صاحب دو کتابیں لکھ دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ صہبا صاحب پوری کتاب خود ہی پڑھتے ہیں، جبکہ خیری صاحب کی بعض کتابیں نصف سے زیادہ دوسروں کی تحریر کردہ ہوتی ہیں۔ مثلاً ان کی کتاب "گنجینۂ گوہر" کا نصف سے زیادہ حصہ ادیبوں کے خطوط پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خطوط دوسروں ہی نے لکھے تھے، نہ کہ خیری صاحب نے۔

ایک زمانے میں مذکورہ دونوں بزرگوں میں بڑے خوشگوار تعلقات تھے۔ "افکار" میں صادق الخیری کے بارے میں ایک گوشہ قائم کیا گیا تھا جس میں ان کی تصویر اور حالات زندگی کے ساتھ تعریفی و توصیفی مضامین بھی شائع کیے گئے تھے۔ معلوم نہیں کہ کیا پیچ پڑا کہ اب یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے دور ہو گئے ہیں۔ ذرا دیکھیے ان دونوں میں جو گہرے مراسم تھے، ان کی نوعیت کیا تھی۔ خیری صاحب نے اپنے خط کا آغاز ان جملوں سے کیا ہے "پچھلے کسی موقع پر میں نے آپ کو "افکار" کے لیے ایک چیک بھیجا تھا...... اب ایک دوسرا چیک بھیجتا ہوں، جو محض "افکار" کی خدمات کا اعتراف ہے......"

صہبا صاحب سے ہم نے پوچھا کہ یہ چیکوں کا معاملہ کیا ہے۔ کیونکہ آف لیٹرز سے تو آپ چیک پاتے رہے تھے، صادق الخیری کو بھی آپ نے نہیں چھوڑا۔ انہوں نے جواب دیا "بھائی! بات یہ ہے کہ خیری صاحب "افکار" کے سالانہ خریدار ہیں۔ چیک بھیج کر وہ "افکار" کی خدمات کا اعتراف نہیں کرتے، سال بھر رسالہ حاصل کرنے کی قیمت ادا کرتے ہیں۔"

خیری صاحب سے گزارش ہے کہ اب وہ ایک اور چیک صہبا صاحب کو بھیج دیں۔ "افکار" میں ان کا جو گوشہ قائم کیا گیا تھا، اس کا حساب بھی تو بے باق ہونا چاہیے۔

شاہین
آٹوا۔ کینیڈا

حرفِ آخر

یہ اعداد و شمار کے سارے گورکھ دھندے،
فلسفیوں جیسی تکراریں
جو کا غذ پہ اتنی اچھی لگ سکتی ہیں
ان کا حاصل میری تیری عمر دگی ہے
جس کے لیے ہیں
سود و زیاں کے اتنے جتن
اور اتنے مراحل
یہ اعداد و شمار کے جنگل کو پروان چڑھانے والے
جانتے کب ہیں
کیا شے ہے پانی کا گھونٹ
یا اک مٹی کے تیل سے جلنے والا دیا
میری تیری جیون بپتا
جتنی درد انگیز ہے
ان کی بے خبری
اس سے بھی سوا ہے
لیکن کا نچ اور لوہے کی اونچی منزل سے
جل جھونے والا اک اک حرف
ہماری زندگیوں کے حق میں
ازل سے
حرف آخر ٹھہرا ہے!

جمیل الدین عالی

*

○

عالی جی اب آپ چلو تم اپنے بوجھ اٹھا کے
ساتھ بھی دے تو آخر پیارے کوئی کہاں تک جائے

جس سورج کی آس لگی ہے شاید وہ بھی آئے
تم یہ کہو خود تم نے اب تک کتنے دیے جلائے

اپنا کام ہے صرف محبت باقی اس کا کام
جب چاہے وہ روٹھے ہم سے جب چاہے من جائے

کیا کیا روگ لگے ہیں دل کو کیا کیا ان کے بھید
ہم سب کو سمجھانے والے کون ہمیں سمجھائے

ایک اسی امید پہ ہیں سب دشمن دوست قبول
کیا جانے اس سادہ روی میں کون کہاں مل جائے

اتنا بھی مجبور نہ کیجو ورنہ ہم بھی کہہ دیں گے
او عالی پر ہنسنے والے تو عالی بن جائے

○

ہم کو یہ سب ہیں کراچی کی فضا یاد رہی
وہی گرمی وہی موسم ہوا یاد رہی

ایک ہنگامہ ہے لندن کہ اس میں بھی ہیں
تیرے ہی دل کے دھڑکنے کی صدا یاد رہی

شام پیرس نے بہت رنگ دکھائے ہم کو
اور وہی سادگی رنگ حنا یاد رہی

شہر زیبا کوہ کے دامن میں رہا
حیرتی ہیں کہ ہمیں کس کی وفا یاد رہی

کیا وہ سیلاب تھا اس قوس و قزح کا یارو
ایک اپنی ہی کرن سب سے جدا یاد رہی

اس طلسمات سے آنا کوئی آسان نہ تھا
وہ تو کہیے کہ ہمیں لغزش پا یاد رہی

○

۲۳ مارچ

تھر تھر کانپے کاغذ اور سیاہی اڑتی جائے
آج کا بوجھ ترازو جھوٹی کتنی دیر اٹھائے

عالی تو نے اتنے برس اس دیس کی روٹی کھائی
یہ تو بتا تری کویتا دانی دیس کے کیا کام آئی

کیا نہیں بھائی آؤ کرتے ہیں ذکر کی کوئی تدبیر
تیری غزل کے مضمون سے دور ہے کیوں کشمیر

جب تجھے جانے پاکستان کے نام پہ شہرت پائے
جب تجھے جانے جیسے دل کی ہر اک دیوار گرائے

سچے شعر جب گلے سے نکلیں تبھی جب ہو تاب
ہم نے دیکھا کر دیکھا سادگی تاثیر آپ سے آپ

ایمن

یہ ساز نہیں
آواز نہیں

یہ تن وہی کا چھالا ہے
اس کا ہر روپ نرالا ہے
یہ ساز نہیں ....
خود نغمہ ہے خود ہی سرگم ہے
جھن جھن جھنن، جھن جھنن جھنن
تھا تھیا، چھیا چھیا
دھندلا دھندلا، روشن روشن

خود چشمہ ہے خود پیالا ہے
یہ ساز نہیں
آواز نہیں

ارتقا

اگر ارتقا اب بھی تخلیق و تفتیش و تحقیق کا سلسلہ ہے
تو پھر ارتقا خود ہی جھوٹا ہے
کہ اس کا بھی فن تو خواب ہے
خدا ارتقا ہے اور انسان سے سوا ہے
اور انساں سے سوا کیا ہے
وہ
وہ خدا ہے
خدا ہے

○

نیاری کی باتیں چھوڑو، یہ باتیں ہیں پرانی
بعض جینوں کی شعر کہاں جت ہے کی زبانی

دیس کو گورے چھوڑ گئے پر چہرہ گئے تک چھوڑ
اس بھوڑے سونے پن سے اس کی گرمی میں سے ناتا جوڑ

اس بھوتے کا نام تھا افسر ذات تھی نوکر شاہی
نوکر شاہی ذات پرانی اس نے سب سے تباہی

بھیک بھلے سب جیسے چرچا ہی اک دن آئے
نوکر شاہی روگ نرالا لگ کر کبھی نہ چھوٹے

افسر یوسف افسر کیونڈ افسر حقیقت جیلانی
پیٹ کے اک میں ہیں جیتے افسر پالے گردش جوانی

ہار بھی آخر جان رکھے ہے افسر کیوں چھوٹے
بھوکی سنتے نکل جائے گی دیت انسے سر پھوٹے

افسر ذوقی افسر ناری افسر ہو علی سیتا
یارو ایسی بات ہے کوئی جو افسر نے کہی ہو

دل کو بنا دے غزلوں زور ہراں گتھیوں کی جریاں
افسر آن کی آن میں کر دے عالی جی کرخانی

بزم اقبال کا مشاعرہ

عالی کی باتیں سب سننا گھاتیں اس کی لاکھ
بات کرے اقبال کی لیکن اپنی بڑھاتے ساکھ

جب بھی گیت خودی کے گا کے بیچے ساتھ ضمیر
اپنے لیے آزادی چاہے سب کے لیے زنجیر

*

جمیل الدین عالی



ایم آر ڈی کو قائم رہنا چاہیئے۔ اسے ختم کرنے کا مقصد غیر جمہوری حکومت کو مضبوط کرنا ہے۔ جتوئی

بے نظیر پارٹی کی شریک چیئرمین بن گئی ہیں تو نصرت اور صنم کو بھی شریک چیئرمین بنا دیا جائے۔ آخر انہوں نے کیا قصور کیا ہے؟ لندن میں استقبالیہ سے خطاب

بے نظیر اپنی مرضی چلانا چاہتی ہیں۔ کسی کی بات نہیں سنتیں

ہم نے ایوب خان کے مقابلے میں گرتے ہوئے بھٹو کا ساتھ دینے کو ترجیح دی

سلسلۂ ولایت



سکار برو کی سات سالہ محمودہ اور آٹھ سالہ مسعودہ دختران امداد شاہ نے کلام پاک کا پہلا دور اپنے والدین کے زیر نگرانی ختم کر لیا ہے۔ امداد شاہ اور یاسمین شاہ کو ادارہ الہلال کی طرف سے دلی مبارکباد۔

میں نے فوج کو آئین کے مطابق اقدامات کے لئے خط لکھا تھا

حکومت پیپلز پارٹی کو غیر ملکی امداد ملنے کا ثبوت پیش کرے ۔ اصغر خان



وفاقی بجٹ سیکولر ریاست کا بجٹ نظر آتا ہے۔ مولانا گوہر رحمٰن

سود کے خاتمے کا دعویٰ کیا گیا ہے لیکن سودی کاروبار جاری ہے۔ قومی اسمبلی میں خطاب

مالیاتی بل ۔۔۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے پاس بھیجا جائے

آزاد کشمیر کے علاقے پر بھارتی فوج کی اندھا دھند فائرنگ

وادی لیپا میں کھیتوں میں کام کرنے والا ایک شخص ولاور عباس ہلاک ہو گیا، پانچ افراد زخمی

افغان معاشرے کو روسی رنگ میں ڈھالنے کیلئے مسلسل اقدامات کئے جا رہے ہیں

اسکولوں میں ذریعہ تعلیم روسی زبان بنا دی گئی۔ مساجد پر بھی کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش

ننھے نازلی کی چاہت میں اپنے گھر کے سکون کو آگ لگا دی تھی

اقبال ٹاؤن میں نازلی کو سنگل کبھی تحریر کر دیا تھا جس پر پہلی بیوی نے دعویٰ دائر کر دیا ۔۔۔ کا بیان

پاکستان اور بھارت مشترکہ چیمپئن

ایبرڈ ۔۔۔ پانچ ملکوں کے بین الاقوامی ہاکی ٹورنامنٹ میں بھارت اور پاکستان کو مشترکہ چیمپئن قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ شدید بارش کی وجہ سے میچ کو ختم کرنا پڑا۔ جب میچ ختم ہوا تو بھارت کو ایک گول سے برتری حاصل تھی۔ بھارت کی جانب سے گول ۔۔۔ نے چھٹے منٹ میں اور ۔۔۔ نے ۳۴ ویں منٹ میں کیا۔ پاکستان کا واحد گول ۔۔۔ منٹ میں ۔۔۔ نے کیا۔

بھارت ہاکی فیڈریشن سے احتجاج کرے گا

کراچی میں پانی کی شدید قلت۔ لوگوں نے جگہ جگہ آگ لگا کر احتجاج کیا

ٹریفک معطل کر دی، ایک بس کو بھی نذر آتش کرنے کی کوشش، پولیس نے آنسو گیس استعمال کی

پاکستان اور افغانستان اپنے مذاکرات کیلئے اقوام متحدہ کو استعمال نہ کریں۔ کوئیار

۹ سالہ طویل جنگ کے خاتمہ کے لئے اپنے سیاسی ارادوں کا اظہار کریں۔ جنیوا میں پریس کانفرنس

میں نے پاکستانی بیوی کی طرح خدمت کی لیکن وہ اپنی پریشانی کا بدلہ مجھ سے لیتے تھے

اب وہ مرحلہ آگیا ہے جب میں مزید ظلم برداشت نہیں کر سکتی، تہمینہ کھر کا جوابی بیان



تہمینہ کھر



سندھ کی صورت حال - ایک جائزہ ایک تجزیہ

ڈاکٹر اسرار احمد

Fortnightly
al-hilal
50¢ Vol.15 No.8 July 10, 1986
Telephone: (416) 493-4374 474-9292
338 Hollyberry Trail, Willowdale, Ont. Canada M2H 2P6

بے نظیر بھٹو کو لیبیا سے امداد مل رہی ہے

اپنے پروگرام کے تحت بے نظیر پرامن نہیں رہ سکیں گی

ان کی مقبولیت چھ ماہ سے زیادہ نہیں رہے گی، اس کے بعد بدقسمتی پر اتر آئیں گی

[illegible]



بھارتی حملے پر امریکہ پاکستان کی کوئی مدد نہیں کرے گا: شیفر ڈیکر

بے نظیر بھٹو سے امریکی حکام کا کوئی معاہدہ نہیں نہ ہی جماعت اسلامی سے کوئی رابطہ ہے

پاکستانی افواج کی ضرورت کیلئے بہت معاہدے ہو چکے ہیں: امریکی قونصل جنرل کا انٹرویو

[illegible]

کاروں کی درآمد پر کسٹم ڈیوٹی میں ۵ فیصد اضافہ

سیلز ٹیکس منسوخ ہو جانے سے کاروں کی قیمتیں کم ہو جائیں گی

[illegible]

رسول اکرمؐ کی شان میں گستاخی کے خلاف قانون جلد منظور کیا جائے

اسمبلیوں کے انتخابی قوانین کے بارے میں قانون سازی میں عجلت نہ کی جائے: ارکان اسمبلی کا موقف

[illegible]

شہزاد امام آزاد پارلیمانی گروپ کے قائد منتخب ہو گئے

حاجی سیف اللہ ڈپٹی اور شیخ رشید سیکرٹری منتخب

۲۰ رکنی گروپ کیلئے علیحدہ نشستوں کی درخواست

[illegible]

کیا خوشبویات کو ڈیوٹی میں اضافے سے مستثنیٰ کیا

قربانی نہیں ہوئی: وفاقی وزیر خزانہ سے سوال

[illegible]



بھٹو کی پھانسی عدلیہ کی تاریخ میں افسوسناک باب بن گئی ہے — جسٹس فخر الدین

[illegible]

اکبر بگٹی کو علاج کے لئے

بیرون ملک جانے کی اجازت مل گئی

[illegible]



افغانستان اور پاکستان میں باقاعدہ جنگ شروع ہو سکتی ہے: بزنجو

بھٹو کی پالیسیوں کے سبب کئی ملک سرمایہ کیلئے سندھ اور پاکستان میں سرمایہ لانے کیلئے تیار نہیں

[illegible]

Managing Editor: M Lateef Owaisi